

“خود نوشت ”جہان شہزاد

کا تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر طارق حسین تمکین

ایسوسی ایٹ پروفیسر، جموں و کشمیر

Corresponding Author - ڈاکٹر طارق حسین تمکین

DOI - 10.5281/zenodo.22873180

تلخیص

خود نوشت اردو ادب کی ایک اہم اور باوقار صنف ہے جو فرد کی ذاتی زندگی کے احوال کو اس کے عہد، معاشرے، تہذیب، تاریخ اور اجتماعی شعور کے وسیع تر تناظر میں پیش کرتی ہے۔ ایک کامیاب خود نوشت محض مصنف کی زندگی کے واقعات کا مجموعہ نہیں ہوتی بلکہ اپنے زمانے کی سماجی، سیاسی، ثقافتی، فکری اور تہذیبی زندگی کی عکاسی بھی کرتی ہے۔ انجینئر محمد اسلم شہزاد کی خود نوشت ”جہان شہزاد“ اسی روایت کی ایک اہم اور قابل قدر کڑی ہے۔

جہان شہزاد میں مصنف نے اپنی ذاتی زندگی کے تجربات، مشاہدات اور یادداشتوں کے ساتھ ساتھ خطہ چناب، بالخصوص کشتواڑ، کی تہذیبی، تاریخی، سماجی، ادبی اور سیاسی زندگی کی متعدد تصویریں محفوظ کی ہیں۔ کتاب میں ذاتی زندگی اور اجتماعی تاریخ ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہو جاتی ہیں کہ مصنف کی ذات ایک فرد کی ذات نہیں رہتی بلکہ پورے معاشرے کی نمائندہ بن جاتی ہے۔

زیر نظر مقالے میں ”جہان شہزاد“ کا فکری، تہذیبی، تاریخی، ادبی اور اسلوبیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں کتاب کے تاریخی شعور، علاقائی تہذیب، ثقافتی اقدار، مقامی روایات، سیاحتی مشاہدات، ادبی شخصیات، سیاسی حالات، انسانی رشتوں، طنز و مزاح اور یادداشت کے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ”جہان شہزاد“ محض ایک شخصی خود نوشت نہیں بلکہ خطہ چناب کی اجتماعی یادداشت، تہذیبی حافظے اور علاقائی تاریخ کی ایک اہم ادبی دستاویز بھی ہے۔ یہی خصوصیت اسے اردو خود نوشت نگاری کی روایت میں ایک منفرد مقام عطا کرتی ہے۔

کلیدی الفاظ:

اردو خود نوشت، جہان شہزاد، انجینئر محمد اسلم شہزاد، خود نوشت نگاری، خطہ چناب، کشتواڑ، تہذیبی شعور، تاریخی شعور، علاقائی تاریخ، ثقافتی ورثہ، ادبی یادداشت، طنز و مزاح

تعارف

اردو ادب کی مختلف اصناف میں خود نوشت نگاری کو ایک منفرد اور اہم مقام حاصل ہے۔ اس صنف کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف اپنی زندگی کے حالات و واقعات کو اپنی یادداشت، تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر قلم بند کرتا ہے، لیکن ایک کامیاب خود نوشت اپنی ذات کی حدود سے تجاوز کر کے اپنے عہد، معاشرے اور تہذیب کی نمائندگی بھی کرنے لگتی ہے۔

خود نوشت دراصل تاریخ اور ادب کے سنگم پر وجود میں آنے والی صنف ہے۔ اس میں شخصی تجربہ اجتماعی صداقت کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ مصنف اپنی زندگی کے واقعات بیان کرتے ہوئے اپنے زمانے کے سیاسی، سماجی، معاشرتی، تہذیبی اور ادبی حالات کو بھی محفوظ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود نوشت کو صرف شخصی زندگی کی داستان قرار دینا اس صنف کی وسعت معنویت کو محدود کرنا ہوگا۔

خود نوشت میں صداقت، دیانت، خود احتسابی اور یادداشت بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ایک معتبر خود

نوشت نگار سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے روشن اور تاریک دونوں پہلوؤں کو حتی الامکان دیانت داری سے پیش کرے۔ اسی لیے خود نوشت نگاری ایک نہایت حساس صنف ہے۔ نیشنل کونسل فار پروموشن آف اردو لینگویج کے ایک تحقیقی مضمون میں بھی خود نوشت کے بنیادی اوصاف میں امانت داری، سچائی اور صداقت پسندی کو اہم قرار دیا گیا ہے

انجینئر محمد اسلم شہزاد کی خود نوشت ”جہان شہزاد“ اسی وسیع تناظر میں قابل مطالعہ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے اپنی زندگی کے مختلف مراحل کو بیان کرتے ہوئے خطہ چناب، خصوصاً کشتواڑ، کی تہذیبی شناخت، تاریخی شعور، ادبی روایت، ثقافتی ورثے، سیاسی تغیرات، سماجی اقدار اور انسانی روابط کو نہایت سادہ، رواں اور حقیقت پسندانہ انداز میں قلم بند کیا ہے

اس کتاب کا سب سے اہم امتیاز یہ ہے کہ اس میں فرد کی ذات بتدریج اجتماعی شعور میں تحلیل ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اسلم شہزاد کی ذات کتاب میں مرکز ضرور ہے، لیکن اصل محور وہ معاشرہ ہے جس نے ان کی شخصیت کو تشکیل دیا، انہیں تجربات سے گزارا اور ان کے فکری و تخلیقی شعور کو پروان چڑھایا

زیر نظر مقالے کا بنیادی مقصد ”جہان شہزاد“ کے فکری، تہذیبی، تاریخی، ادبی، سیاسی اور ثقافتی پہلوؤں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لینا ہے تاکہ اس تصنیف کی ادبی اہمیت اور تاریخی افادیت کا تعین کیا جا سکے

اردو ادب میں خود نوشت کی روایت

اردو خود نوشت کی روایت اگرچہ تذکروں، خطوط، سفرناموں اور شخصی یادداشتوں کی صورت میں اس سے پہلے کے متون میں اپنے ابتدائی نقوش رکھتی ہے، تاہم ایک باقاعدہ صنف کی حیثیت سے اس کا فروغ انیسویں صدی میں نمایاں ہوا۔ خود نوشت کی ترقی کے ساتھ ساتھ ذاتی تجربے کو تاریخی اور سماجی شعور سے مربوط کرنے کا رجحان بھی مضبوط ہوا

اردو کی ابتدائی اہم خود نوشتوں میں محمد جعفر تھانیسری کی ”تواریخ عجیب المعروف بہ کالا پانی“ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ریختہ کے مطابق یہ کتاب پہلی مرتبہ 1884ء میں شائع ہوئی اور اسے اردو کی ابتدائی خود نوشت سوانح عمریوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ تاہم خود ریختہ یہ احتیاط بھی ملحوظ رکھتا ہے کہ اسے مکمل خود نوشت سوانح عمری کے بجائے ایک اہم ذاتی تجرباتی و تاریخی بیان سمجھا جا سکتا ہے

کالا پانی کی اہمیت صرف اس کے شخصی احوال کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے بھی ہے کہ اس میں نوآبادیاتی عہد، قید و بند، جلاوطنی اور انڈمان کی زندگی کے مختلف پہلو محفوظ ہوئے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب شخصی تجربے کو تاریخی شعور سے مربوط کرنے کی ایک اہم مثال ہے

بعد کے ادوار میں اردو خود نوشت نے مختلف فکری اور اسلوبیاتی جہات اختیار کیں۔ اس روایت میں سید رضا علی، نواب ہوشیار جنگ، جوش ملیح آبادی، قدرت اللہ شہاب اور دیگر اہل قلم کی خود نوشتیں اہمیت رکھتی ہیں۔ ان تحریروں میں شخصی زندگی کے ساتھ سیاسی، سماجی، ادبی اور تہذیبی حالات بھی محفوظ ہوئے

آزادی کے بعد خود نوشت نگاری کو مزید وسعت حاصل ہوئی اور اس صنف میں مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والی شخصیات نے اپنے تجربات قلم بند کیے۔ یوں خود نوشت رفتہ رفتہ محض شخصی زندگی کا بیان نہیں رہی بلکہ اپنے عہد کی سماجی اور تہذیبی تاریخ کا ایک اہم وسیلہ بن گئی

خود نوشت: فرد سے اجتماع تک

خود نوشت میں مصنف اپنی ذات کو مرکزی کردار بناتا ہے، لیکن اس کی زندگی کبھی خلا میں تشکیل نہیں پاتی۔ ہر فرد اپنے خاندان، محلے، شہر، معاشرے، تہذیب اور تاریخی حالات سے متاثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرد کی زندگی کے مطالعے کے ذریعے اس معاشرے کی متعدد پرتیں بھی سامنے آتی ہیں جس میں وہ زندگی بسر کرتا ہے

اس اعتبار سے یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ خود نوشت فرد کی زندگی کے ذریعے عہد کی زندگی کا مطالعہ ہے

مصنف خود ہی راوی بھی ہوتا ہے اور واقعات کا مرکزی کردار بھی۔ لیکن اس کے بیان میں دوسرے انسان، سماجی حالات، تاریخی واقعات، سیاسی تبدیلیاں اور تہذیبی اقدار بھی شامل ہوتی ہیں۔ اسی لیے خود نوشت میں مصنف کے نقطہ نظر کو سمجھنا ضروری ہے اور ساتھ ہی اس کے بیان کو تاریخی اور تحقیقی ماخذ کے ساتھ تقابلی طور پر دیکھنا بھی علمی دیانت کا تقاضا ہے

انجینئر محمد اسلم شہزاد: شخصیت اور ادبی جہات
انجینئر محمد اسلم شہزاد کی شخصیت کئی جہتوں پر مشتمل ہے۔ پیشہ ورانہ طور پر انجینئر ہونے کے باوجود ان کی ادبی وابستگی گہری اور وسیع ہے۔ انہوں نے سفرنامہ، اقبالیات، انشائیہ، افسانہ، خاکہ، تنقیدی مضمون اور خود نوشت کے میدان میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کیا ہے
ان کی ادبی شخصیت کا اہم پہلو یہ ہے کہ ان کے یہاں ادب زندگی سے جدا کوئی مجرد سرگرمی نہیں بلکہ زندگی کے تجربات، مشاہدات، احساسات اور فکری وابستگیوں کا اظہار ہے
جموں سے دیارِ حرم تک“ میں روحانی سفر، ”لالہ“ صحرائی“ میں اقبالیاتی اور فکری مطالعہ، ”شہرِ تمنا“ میں انشائیہ، افسانہ اور خاکہ نگاری اور ”جہان شہزاد“ میں شخصی زندگی کے ساتھ اجتماعی تاریخ اور تہذیب کا بیان ان کے ادبی سفر کی مختلف منزلوں کو ظاہر کرتا ہے

جہان شہزاد: تعارف اور صنفی حیثیت
جہان شہزاد“ کو اگر صرف ایک خود نوشت کے طور پر پڑھا جائے تو اس کے بہت سے فکری اور تہذیبی پہلو نگاہ سے اوجھل رہ سکتے ہیں۔ دراصل یہ کتاب ایک فرد کی زندگی کے توسط سے ایک پورے خطے، ایک تہذیب اور ایک عہد کی داخلی کہانی بیان کرتی ہے

اس کتاب کے تقریباً نوے ابواب میں مصنف نے اپنی زندگی کے مختلف مراحل کے ساتھ ساتھ کشتواڑ،

خطہ چناب، جموں و کشمیر اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے وابستہ تاریخی، تہذیبی، ادبی اور سیاسی تجربات کو محفوظ کیا ہے
یہاں اسلم شہزاد کی ذات مرکز ضرور ہے لیکن محور نہیں۔ محور دراصل وہ معاشرہ ہے جس نے اس ذات کو تشکیل دیا
یہی وصف ”جہان شہزاد“ کو روایتی خود نوشتوں سے ممتاز کرتا ہے

تاریخی شعور

جہان شہزاد“ کا نمایاں ترین پہلو اس کا تاریخی شعور ہے۔ مصنف نے تاریخ کو محض تاریخ کی کتابوں میں محفوظ واقعات کے طور پر نہیں دیکھا بلکہ اسے انسانی زندگی، مقامی یادداشت اور اجتماعی تجربے کے ساتھ مربوط کیا ہے
کشتواڑ، بہدرواہ، جموں اور خطہ چناب کے مختلف علاقوں کی تاریخ، وہاں کی شخصیات، تحریکیں، سماجی حالات اور سیاسی واقعات کتاب میں جگہ جگہ سامنے آتے ہیں
یہ مقامی تاریخ کی بازیافت کی ایک اہم کوشش ہے۔ قومی تاریخ کے بڑے بیانیے میں اکثر چھوٹے شہروں، قصبوں اور دور افتادہ علاقوں کی تاریخ پس پشت چلی جاتی ہے۔ ”جہان شہزاد“ اس خلا کو کسی حد تک پُر کرتی ہے

مصنف نے اپنے مشاہدے اور یادداشت کی بنیاد پر ایسے بہت سے واقعات اور شخصیات کو محفوظ کیا ہے جو دوسری صورت میں نئی نسل کے حافظے سے محو ہو سکتے تھے
البتہ تحقیقی اعتبار سے یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ خود نوشت کا تاریخی مواد مصنف کی شخصی یادداشت اور زاویہ نظر سے تشکیل پاتا ہے۔ اس لیے مستقبل میں محققین کے لیے مناسب ہوگا کہ کتاب میں موجود واقعات کی دیگر تاریخی ماخذ سے تطبیق بھی کی جائے۔ اس احتیاط کے باوجود اس کتاب کی دستاویزی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے

تہذیبی و ثقافتی شعور

جہان شہزاد“ کا ایک اہم ترین پہلو تہذیبی ورثے کی حفاظت ہے۔ مصنف نے خطہ چناب کی تہذیب کو

صرف بڑے تاریخی واقعات کے ذریعے نہیں بلکہ روزمرہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے مظاہر کے ذریعے محفوظ کیا ہے۔
حلیم، نون چائے، خشخاش والی چائے، قہوہ، بٹورے اور دیگر مقامی پکوان محض کھانے کی چیزیں نہیں بلکہ ایک معاشرے کی اجتماعی تہذیب کے مظاہر ہیں

مثلاً خطہ چناب میں ”ست وگرہ“ یا سات اناج سے تیار ہونے والی روایتی غذا کا ذکر اس معاشرتی رویے کو سامنے لاتا ہے جس میں کھانے کو محض ذاتی ضرورت نہیں بلکہ اجتماعی رشتوں کی مضبوطی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا

بیماری یا کسی مشکل کے وقت گھر میں یہ روایتی غذا تیار کر کے رشتے داروں، دوستوں اور محلے والوں کو کھلانے کی روایت باہمی ہمدردی اور اجتماعی احساس کی عکاسی کرتی ہے۔ اسی طرح نون چائے، قہوہ اور بٹوروں کا ذکر خطے کی آب و ہوا، ذوق خورد و نوش اور معاشرتی میل جول سے جڑا ہوا ہے۔ مصنف ان روایات کو محض یاد نہیں کرتے بلکہ ان کے معدوم ہوتے ہوئے وجود پر تشویش بھی ظاہر کرتے ہیں۔ یوں ”جہان شہزاد“ تہذیبی تحفظ کی ایک شعوری کوشش بن جاتی ہے

سیاحتی مشاہدات

جہان شہزاد“ میں سیاحت کا پہلو بھی نہایت نمایاں ہے۔ مصنف مختلف علاقوں کے جغرافیائی حسن، تاریخی مقامات اور مقامی زندگی کو مشاہدے کی قوت کے ساتھ بیان کرتے ہیں

وادی نیلم کے بارے میں ان کا بیان خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔ سرحد کے دونوں طرف کے عوام کے درمیان موجود مماثلت کو دیکھتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں

یہ منظر دیکھ کے میں سوچنے لگا کہ سرحدوں کے دونوں طرف کے عوام آپس میں خیر سگالی کے خواہاں ہیں، کاش کہ دونوں طرف کے حکمران بھی اسی جذبے کا اظہار کرتے تو حالات کس قدر ”مختلف ہوتے“

یہاں سفرنامہ نگاری خود نوشت کے اندر ایک فکری اور سیاسی سوال میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مصنف سرحد کے دونوں جانب موجود قدرتی مماثلتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پہاڑوں، درختوں، پرندوں، آب و ہوا اور طرز زندگی میں یکسانیت محسوس کرتے ہیں۔ یوں جغرافیہ سیاسی تقسیم کے مقابل انسانی قربت کی علامت بن جاتا ہے اس تناظر میں ”جہان شہزاد“ محض سیاحتی مشاہدات کا مجموعہ نہیں رہتی بلکہ امن، خیر سگالی اور انسانی رابطوں کی خواہش کا اظہار بھی بن جاتی ہے

سرحدی علاقوں کا انسانی المیہ

سرحدی علاقوں کی زندگی کے حوالے سے مصنف کا نقطہ نظر انسانی ہے۔ ان کے نزدیک سیاسی اختلافات اپنی جگہ ہو سکتے ہیں، لیکن عام لوگوں کے باہمی روابط اور انسانی ضرورتوں کو مستقل کشیدگی کی نذر نہیں ہونا چاہیے

یہاں خود نوشت ایک ذاتی سفر سے نکل کر اجتماعی المیہ کی آواز بن جاتی ہے

مصنف کا سوال بنیادی طور پر یہ ہے کہ اگر سرحد کے دونوں جانب رہنے والے لوگ ایک جیسی زبان، ثقافت، لباس، خوراک، آب و ہوا اور جغرافیہ رکھتے ہیں تو ان کے درمیان انسانی رابطے کیوں محدود رہیں؟

یہ سوال ”جہان شہزاد“ کے انسانی اور تہذیبی شعور کو نمایاں کرتا ہے

ادبی شخصیات اور ادبی ماحول

جہان شہزاد“ میں خطہ چناب اور جموں و کشمیر کی متعدد ادبی شخصیات کا ذکر ملتا ہے۔ مصنف نے ان شخصیات کے ذریعے خطے کی ادبی تاریخ کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے

ولی محمد اسیر، محمد امین ڈولوال، جگدیش راج عشاق، اعجاز سبط نشاط، مخمور بخشی، مشتاق احمد دیو، تنویر احمد ملک، عبد القیوم صوفی، ناشاد بھدرواہی، اوم جی، پروفیسر طارق تمکین اور دیگر شعرا و ادبا کا ذکر اس بات کی علامت ہے کہ

مصنف اپنے ادبی ماحول سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ اسی طرح پروفیسر قدوس جاوید، خالد حسین، عرش صہبائی اور دیگر اہل قلم کا ذکر کتاب کے ادبی دائرے کو مزید وسیع کرتا ہے۔ گلستان ادب، انجمن ترقی اردو، ادبی کنج جموں، اقبال بزم ادب بھدرواہ اور دانش کدہ جموں جیسی ادبی انجمنوں کا ذکر بھی اس ادبی ماحول کی تصویر پیش کرتا ہے جس میں مصنف نے اپنی ادبی شخصیت کو پروان چڑھایا۔ یہ حصہ اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ اس میں صرف ادیبوں کے نام نہیں بلکہ ادبی محفلوں، نشستوں، صحبتوں اور گفتگو کے ذریعے ایک پورے ادبی کلچر کو محفوظ کیا گیا ہے۔

تہذیبی شخصیات اور علاقائی تاریخ

جہان شہزاد“ میں خطہ چناب کی متعدد سماجی، سیاسی، تعلیمی اور تہذیبی شخصیات کا ذکر ملتا ہے۔ غلام حسن ارمان، بشیر احمد کچلو، محمد یوسف باغوان، رکھی راج پرہار، دھونی چند شرما، مولانا باری صاحب، ماسٹر تارا چند، ڈاکٹر غلام قادر میر، برج موہن شرما، ڈاکٹر گپتا المعروف ڈاکٹر پسو، سوم ناتھ شرما، جمال صاحب، پرکاش وزیر، علی محمد باغوان، گیان چند اور دیگر شخصیات کا تذکرہ مقامی تاریخ کے حوالے سے قابل قدر ہے۔ یہ شخصیات اپنے اپنے شعبوں میں علاقے کے سماجی اور تہذیبی ارتقا سے وابستہ رہی ہیں۔ مصنف نے ان شخصیات کو صرف ناموں کی فہرست کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ ان کے کردار، مزاج، معاشرتی اثرات اور باہمی روابط کو بھی یادداشت کا حصہ بنایا ہے۔ اس طرح ”جہان شہزاد“ شخصیات کا ایک ایسا غیر رسمی تذکرہ بھی بن جاتی ہے جو مقامی تاریخ کے لیے اہم مواد فراہم کرتا ہے۔

سیاسی شعور

جہان شہزاد“ میں سیاسی حالات اور علاقائی سیاست کی جھلکیاں بھی نمایاں ہیں۔ کشتواڑ کی سیاسی زندگی، مختلف تحریکیں، سیاسی شخصیات،

کالج اور ضلع کی تحریک، 1990ء کی دہائی کے حالات، بدامنی اور ملی ٹینسی کے اثرات جیسے موضوعات کتاب میں مختلف مقامات پر سامنے آتے ہیں۔ اوم مہتا، غلام حسن ارمان، ولی محمد باغوان، بشیر احمد کچلو، غلام نبی آزاد، من موہن گپتا، شیخ محمد عبداللہ اور غلام حسن میر جیسی شخصیات کا ذکر اس سیاسی پس منظر کو واضح کرتا ہے۔ محمد یوسف باغوان اور شیخ محمد عبداللہ سے متعلق واقعہ خاص طور پر سیاسی وابستگیوں اور مقامی سیاسی جذبات کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ واقعہ اس بات کی مثال ہے کہ کس طرح سیاسی نظریات بعض اوقات مذہبی اور سماجی تعلقات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ مصنف چونکہ اس واقعے کے عینی شاہد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس لیے ان کی یادداشت یہاں ایک شخصی تاریخی شہادت کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ تاہم اس نوع کے واقعات کے علمی استعمال میں بھی یہی اصول پیش نظر رہنا چاہیے کہ شخصی شہادت کو دوسرے تاریخی شواہد کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے۔

کالج اور ضلع کی تحریک

کشتواڑ میں کالج اور ضلع کے مطالبے سے متعلق تحریک کا ذکر ”جہان شہزاد“ کے اہم سیاسی و سماجی ابواب میں کیا جا سکتا ہے۔ مصنف نے اس تحریک کے حوالے سے باہمی اتحاد، بھائی چارے اور اجتماعی شعور کو نمایاں کیا ہے۔ ان کے نزدیک اس تحریک کی کامیابی اس بات کی علامت تھی کہ جب معاشرہ اپنے مشترکہ مفاد کے لیے متحد ہو جائے تو مشکلات کے باوجود اپنے مطالبات منوانے کی قوت پیدا کر سکتا ہے۔ یہاں مصنف کا فکری رجحان واضح طور پر اجتماعی اتحاد اور بین المذاہب ہم آہنگی کی طرف دکھائی دیتا ہے۔

طنز و مزاح

جہان شہزاد“ میں سنجیدہ اور تاریخی موضوعات کے ساتھ طنز و مزاح کا عنصر بھی موجود ہے۔

”چلے ہوئے کارتوس“، ”ہماری شادی ہو گئی“،
 ”میرے پسندیدہ چند ادبی لطائف“، ”کشتواڑ میں بالی
 ووڈ“، ”فاروق خان کی سائیکل“ اور ”جب کشتواڑ
 میں سینما ہال کھلا“ جیسے ابواب میں مزاحیہ اور
 طنزیہ رنگ نمایاں ہے

مصنف طنز کو محض ہنسانے کے لیے استعمال نہیں
 کرتے بلکہ اس کے ذریعے معاشرتی رویوں، انسانی
 کمزوریوں اور بعض مضحکہ خیز صورتِ حال کی
 طرف بھی توجہ دلاتے ہیں

اس طرح طنز و مزاح کتاب کے سنجیدہ مزاج میں
 ایک ضروری توازن پیدا کرتا ہے
 جذباتی یادداشت اور ماضی کا نوحہ

جہاں شہزاد“ کے بعض ابواب نہایت جذباتی ہیں۔ ”
 ”اور ہم آشیاں بدلتے رہے“ اس کی ایک عمدہ مثال

ہے

گھر محض اینٹ، پتھر اور لکڑی سے تشکیل نہیں
 پاتا۔ گھر انسانی یادوں، رشتوں، خوشیوں، غموں اور
 بچپن کی آوازوں سے وجود میں آتا ہے
 مصنف اپنے پرانے گھر کو یاد کرتے ہوئے لکھتے
 ہیں:

آج بھی اس گھر کے در و دیوار سے ہمارے لڑکپن ”
 کی خوشبو آتی ہے۔ اس گھر کے آس پاس کی گلیوں
 سے ہمارے بچپن کی کلکاریاں گونجتی ہیں۔ آج بھی
 اس گھر کے آنگن میں ہمارے مرحوم والدین کے
 ”قدموں کی آہٹ کا احساس ہوتا ہے

یہ اقتباس صرف ایک گھر کی یاد نہیں بلکہ اس
 پورے تہذیبی تصور کی ترجمانی کرتا ہے جس میں
 گھر خاندان، بزرگوں، بچپن اور اجتماعی یادداشت کا
 مرکز ہوتا ہے

اسی مضمون میں مصنف پرانے گھر سے وابستہ
 عید، والدین، بہن بھائیوں، شادیوں اور بچپن کے
 مختلف واقعات کو یاد کرتے ہیں۔ گھر چھوڑنے کا
 واقعہ ان کے لیے محض مکان کی تبدیلی نہیں بلکہ
 ایک پورے عہد سے جدائی ہے
 یہاں خود نوشت کا جذباتی پہلو اپنی بلندی پر پہنچ
 جاتا ہے

”پل ڈوڈہ کا گاماں ہوٹل“

اسی نوعیت کا ایک اور اہم مضمون ”پل ڈوڈہ کا
 گاماں ہوٹل“ ہے

یہ بظاہر ایک ہوٹل کی یاد ہے، لیکن مصنف کے قلم
 میں آ کر یہ جگہ ایک پورے معاشرتی اور تہذیبی
 ماحول کی علامت بن جاتی ہے

ہوٹل کے مالک مرحوم غلام محمد شیخ المعروف
 گاماں چاچا اور دیگر بزرگوں کے کردار کے
 ذریعے مصنف نے ماضی کی سادگی، خلوص،
 مہمان نوازی اور انسانی تعلقات کو یاد کیا ہے
 یہ مضمون اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں ایک
 معمولی سی جگہ اجتماعی یادداشت کا مرکز بن جاتی
 ہے۔ گاماں ہوٹل صرف کھانے پینے کی جگہ نہیں
 تھا بلکہ لوگوں کے باہمی میل جول، گفتگو اور
 انسانی رشتوں کا مرکز تھا
 اس طرح مصنف معمولی اشیا اور مقامات میں بھی
 تہذیبی معنی تلاش کرتے ہیں

اسلوب نگارش

جہاں شہزاد“ کا اسلوب سادہ، رواں، بے تکلف اور ”
 مشاہداتی ہے۔ مصنف نے غیر ضروری ثقالت سے
 گریز کیا ہے اور عام فہم زبان کو ترجیح دی ہے
 ان کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں

مشاہدے کی قوت 1-

مصنف اپنے گردوپیش کے مناظر، لوگوں کے کردار
 اور معاشرتی تبدیلیوں کو باریک بینی سے دیکھتے
 ہیں

جزئیات نگاری 2-

گھر، گلی، کھانے، سفر، شخصیات اور مقامی رسوم
 کے بیان میں جزئیات کا خاص اہتمام ملتا ہے

جذباتی تاثیر 3-

ماضی، والدین، بچپن اور بچھڑنے کے واقعات میں
 مصنف کا جذباتی لہجہ تحریر کو مؤثر بناتا ہے

طنز و مزاح 4-

سنجیدہ موضوعات کے درمیان طنز و مزاح تحریر
 میں تازگی اور دل چسپی پیدا کرتا ہے

مکالماتی انداز 5-

بعض واقعات میں مکالمہ نگاری کے ذریعے منظر
 کو زیادہ جاندار بنایا گیا ہے

تاریخی و تہذیبی معلومات -6

مصنف ذاتی واقعات کے ساتھ تاریخی اور تہذیبی معلومات بھی فراہم کرتے ہیں جس سے خود نوشت کی دستاویزی اہمیت میں اضافہ ہوتا ہے

”جہان شہزاد“ کی ادبی اہمیت

جہان شہزاد کی ادبی اہمیت اس بات میں مضمر ہے کہ اس میں مختلف اصناف کے عناصر ایک دوسرے میں مدغم ہیں۔ اس میں خود نوشت بھی ہے، یادداشت بھی، سفرنامہ بھی، خاکہ بھی، تاریخی بیان بھی، تہذیبی دستاویز بھی اور کہیں کہیں انشائیہ کا لطف بھی۔ یہ صنفی آمیزش کتاب کو ایک وسیع ادبی تناظر عطا کرتی ہے۔ مصنف نے اپنی ذات کو مرکز میں رکھ کر اپنے عہد کو محفوظ کیا ہے۔ اس اعتبار سے کتاب کو شخصی تاریخ اور اجتماعی تاریخ کے درمیان ایک پل قرار دیا جا سکتا ہے

تنقیدی جائزہ

مجموعی طور پر ”جہان شہزاد“ ایک قابل مطالعہ اور اہم خود نوشت ہے، تاہم تحقیقی تنقید کے تقاضے کے تحت اس کے بعض پہلوؤں کی نشاندہی ضروری ہے۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی اس کا خلوص اور شخصی صداقت ہے۔ مصنف اپنے ماضی کو مصنوعی تقدس کے ساتھ پیش نہیں کرتے بلکہ خوشیوں، محرومیوں، کامیابیوں، ناکامیوں اور جذباتی تجربات کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر واقعات کی تفصیل اور شخصیات کے تذکروں کی کثرت کتاب کو قدرے طویل بناتی ہے۔ اسی طرح بعض سیاسی اور شخصی واقعات میں مصنف کی وابستگی اور ذاتی نقطہ نظر بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ چیز خود نوشت کی صنفی خصوصیات کے دائرے میں قابل فہم ہے۔ تحقیقی اعتبار سے کتاب کی تاریخی معلومات کو دیگر مستند ماخذ سے ملا کر دیکھنے کی ضرورت ہوگی۔ اس طرح ”جہان شہزاد“ میں موجود مواد کو

corpus مقامی تاریخ کے ایک زیادہ مستند تحقیقی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے

جہان شہزاد: ایک تہذیبی دستاویز

اس پوری بحث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ”جہان شہزاد“ کو محض شخصی خود نوشت کہنا اس کے ادبی دائرے کو محدود کرنا ہے۔ یہ کتاب

ایک شخص کی زندگی کی داستان ہے
ایک خاندان کی یادداشت ہے
کشتواڑ کی مقامی تاریخ ہے
خطہ چناب کا تہذیبی بیانیہ ہے
ایک عہد کی سیاسی یادداشت ہے
مقامی ادبی ماحول کا تذکرہ ہے
معدوم ہوتی روایات کا محفوظ ریکارڈ ہے
اور انسانی رشتوں کی جذباتی دستاویز بھی ہے
یہی جامعیت ”جہان شہزاد“ کو منفرد بناتی ہے

نتائج تحقیق

زیر نظر تحقیقی مطالعے سے درج ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں
جہان شہزاد اردو خود نوشت نگاری میں ایک اہم اضافہ ہے
یہ کتاب فرد اور اجتماع کے باہمی تعلق کی مؤثر مثال پیش کرتی ہے
مصنف نے خطہ چناب، بالخصوص کشتواڑ، کی مقامی تاریخ اور تہذیبی زندگی کو محفوظ کرنے کی قابل قدر کوشش کی ہے
کتاب میں مقامی کھانوں، رسم و رواج، زبان، رہن سہن، میل جول اور معاشرتی روایات کے ذریعے ایک تہذیبی حافظہ محفوظ ہوا ہے
جہان شہزاد میں متعدد ادبی، سیاسی، سماجی اور تہذیبی شخصیات کا ذکر علاقائی تاریخ کے لیے اہم مواد فراہم کرتا ہے
کتاب میں سرحدی علاقوں کے عوامی مسائل اور امن و خیر سگالی کا انسانی تصور نمایاں ہے
مصنف نے ذاتی تجربات کو اجتماعی شعور سے مربوط کیا ہے

کتاب کا اسلوب سادہ، روان، بے تکلف، مشاہداتی اور جذباتی تاثر سے بھرپور ہے۔ طنز و مزاح کے عناصر کتاب کی سنجیدگی میں توازن پیدا کرتے ہیں۔ جہان شہزاد“ کو مستقبل میں خطہ چناب کی ” سماجی، ثقافتی، سیاسی اور ادبی تاریخ کے ایک اہم ابتدائی ماخذ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے واقعات کی دیگر تاریخی ماخذ سے تطبیق کی جائے۔ مختصر یہ کہ اردو خود نوشت کی تاریخ کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ اس صنف کی اصل قوت صرف مصنف کی زندگی کے واقعات بیان کرنے میں نہیں بلکہ اس عہد کو محفوظ کرنے میں ہے۔ جس میں وہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اس اعتبار سے انجینئر محمد اسلم شہزاد کی ”جہان شہزاد“ ایک قابل ذکر تصنیف ہے۔ اسلم شہزاد نے اپنی زندگی کو محض اپنی ذات کے حوالے سے نہیں دیکھا بلکہ اسے اپنے خطے، اپنے معاشرے، اپنی تہذیب اور اپنے لوگوں کے ساتھ مربوط کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب پڑھتے ہوئے قاری کو ایک فرد کی زندگی کے ساتھ ساتھ کشتواڑ اور خطہ چناب کی بدلتی ہوئی تہذیبی، سیاسی، ادبی اور سماجی صورت حال بھی دکھائی دیتی ہے۔ جہان شہزاد“ کا سب سے بڑا کارنامہ شاید یہی ہے کہ اس نے ان چیزوں کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ انسانی حافظے سے محو ہو سکتی تھیں۔ پرانے گھر، بزرگوں کی

باتیں، گلیاں، بازار، کھانے، ادبی محفلیں، مقامی شخصیات، سیاسی تحریکیں، سفر کے مشاہدات، بچپن کی شرارتیں، رشتوں کی گرمی اور بچھڑنے کا کرب۔ یہ سب مل کر ایک ایسے عہد کی تصویر بناتے ہیں جو آنے والے زمانے میں شاید صرف یادوں اور کتابوں میں باقی رہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ”جہان شہزاد“ صرف انجینئر اسلم شہزاد کی خود نوشت نہیں بلکہ خطہ چناب کی ایک اجتماعی خود نوشت بھی ہے۔ یہ فرد کی زندگی کے ذریعے معاشرے کو پڑھنے اور معاشرے کے ذریعے فرد کو سمجھنے کا ایک مؤثر ادبی وسیلہ ہے۔ اردو خود نوشت کی روایت میں اس کتاب کی اہمیت اسی بنا پر مسلم ہے کہ اس میں شخصی تجربہ تاریخی شعور، تہذیبی وابستگی، علاقائی تاریخ اور انسانی محبت کے ساتھ مل کر ایک وسیع تر ادبی دستاویز کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ لہذا ”جہان شہزاد“ اردو خود نوشت نگاری کے دائرے کو وسعت دینے کے ساتھ ساتھ خطہ چناب کے تہذیبی اور تاریخی حافظے کو محفوظ کرنے کی ایک قابل قدر ادبی کوشش ہے۔ مستقبل میں اگر اس کتاب کا مزید تقابلی، تاریخی، سماجی اور متنی مطالعہ کیا جائے تو اردو خود نوشت کے ارتقائی سفر اور خطہ چناب کی علاقائی تاریخ کے کئی نئے پہلو سامنے آ سکتے ہیں۔